

صنعتِ غیر منقوط میں مرزا دبیر کا باکمال مرثیہ

ABSTRACT

Mirza Dabeer's Undotted Marsiya - A Wonderful Masterpiece
By Dr. Amber Fatima Abidi, Assistant Editor monthly, 'Qoumi zaban',
Karachi.

Mirza Salamat Ali Dabeer (1803-1875) was a renowned Urdu poet who specifically excelled and perfected the art of Marsiya. Dabeer, along with Mir Anees, played a key role in the transformation and amplification of Urdu Marsiya as a well distinguished genre of poetry. Being a representative of Lucknow School of Poetry, Dabeer had a diversified command on peculiar language. He wrote hundreds of Marsiyas. He also penned an undotted Marsiya (Ghair-e-Manqoot). It is considered a unique piece of art in Urdu Marsiya. In this, in addition of using variety of undotted alphabets, he also used "Utarid" as his penname instead of Dabeer.

اردو مرثیہ نگاری کی تاریخ میں مرزا دبیر (۱۸۰۳ء-۱۸۷۵ء) کا نام منفرد خصوصیات کی بنا پر اہمیت کا حامل ہے۔ اگر ان مرثیوں کا ادبی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انیس و دبیر کے عہد ہی میں نقادوں نے مرثیے کو بطور صنف شاعری سنجیدگی سے لینا شروع کیا اور مرثیے کے بارے میں نامور محققین اور نقادوں نے لکھنا شروع کیا۔ یہی نہیں اگر عوامی سطح پر بھی دیکھا جائے تو آج بھی بزرگ اور بڑے تو کیا نوجوانوں کی زبانوں پر بھی مرثیہ نگاری کے حوالے سے بس یہی دو نام ہوتے ہیں یعنی انیس و دبیر۔ یہ دونوں ایک ہی عہد سے متعلق ہیں۔ مرزا سلامت علی دبیر لڑکپن ہی سے مرثیہ پڑھتے تھے اگرچہ وہ خاندانی شاعر نہیں تھے، تاہم مرثیہ گوئی کے شوق اور ذاتی لگن کی بدولت منبر کی سیڑھی سے مرثیہ گوئی کے اس عرش اکمال پر پہنچ گئے اور فن مرثیہ گوئی کو اس حد پر پہنچا دیا کہ جس سے آگے ترقی کا راستہ بند ہو گیا۔^(۱) انھوں نے ابتدا میں میر ضمیر کی شاگردی اختیار کی تھی۔ میر ضمیر جو خود بھی کلاسیکی مرثیے کے دورِ تعمیر کے عناصر اربعہ میں شمار ہوتے ہیں، نے اپنے معاصرین کے برخلاف اپنے مرثیوں میں تشبیہات و استعارات، خیال آفرین، رعایت لفظی اور رزمیہ انداز کو اپناتے ہوئے مبالغے کی آمیزش بھی شامل کر دی، تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ مرزا دبیر نے مرثیہ گوئی میں جو اوج کمال حاصل کیا وہ ان کے

استاد کے حصے میں بھی نہ آیا۔

مرزا دبیر کے مرثیوں کے مطالعے سے با آسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے دبستان لکھنؤ کے نمائندہ شاعر کی حیثیت سے ان خصوصیات کو مرثیوں میں سمودیا جو لکھنوی شاعری کا امتیاز ہوا کرتی ہیں۔ دقت پسندی کے رجحان کے علاوہ ان کے مرثیوں میں مضمون آفرینی اپنے تمام لوازم کے ساتھ موجود ہے۔ نئی تراکیب، مقنع و مسجع مصرعے، مبالغہ و تخیل آرائی، دقیق تشبیہات و استعارات، معروف تعلیمات اور غیر مستعمل صنعتوں کے استعمال پر انھوں نے خاص طبع آزمائی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا جب علی بیگ سرور نے فسانہ عجائب کے دیباچے میں لکھنؤ کے جن صاحب کمال اور بڑے مرثیہ گو شعرا کا نام لیا ہے ان میں ضمیر، خلیق، فصیح اور دل گیر وغیرہ کے ساتھ مرزا دبیر کا نام بھی شامل ہے۔^(۲)

یہاں یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ ابتدا میں دبیر نے بنیہ مرثیے بھی کہے، تاہم لکھنؤ میں جس طرح شاعری کی ہر صنف میں باریکیوں، دقت پسندی اور صنعتوں کا اضافہ ہوتا گیا، وہ بھی ان خصوصیات کو مرثیوں میں سموتے چلے گئے، جیسا کہ افضل حسین ثابت لکھنوی نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے:

”مرزا صاحب نے اول اول مرثیوں میں بین عمدہ کہہ کر نام پیدا کیا اور محاورہ بندی کا خیال رکھ کر سلیس اردو میں سیدھے سادے مرثیے کہے پھر جو لکھنؤ میں باریکیاں اور صنعتیں بڑھتی گئیں وہ بھی ہر رنگ میں مرثیے کہتے گئے۔ ادھر قدرتی شاعری پہ علم کی صیقل ہوتی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر رنگ میں ان کا کلام نظر آتا ہے اور اس کثرت سے ہر رنگ میں کہا ہے کہ دریا بہا دیے ہیں۔“^(۳)

یہ حقیقت ہے کہ اردو کے تمام مرثیہ گو شعرا میں مرزا دبیر ہی وہ واحد شاعر ہیں جنھوں نے سب سے زیادہ مرثیے کہے ہیں۔ بقول ڈاکٹر صفدر حسین اردو شاعری میں سب سے زیادہ عزائیہ کلام جس شاعر کا ہے وہ مرزا دبیر ہیں۔^(۴) نہ صرف برصغیر کے طول و عرض میں بلکہ ہندوستان سے باہر ایران و عراق^(۵) نیز کابل و لندن اور سرزمین عرب تک ان کے مرثیوں کی شہرت تھی۔^(۶) اس کے پس منظر میں مرثیہ گوئی کی قدیم تاریخ کے علاوہ مرزا دبیر کا تاریخ، احادیث و روایات اور عربی و فارسی شعر و ادب سے مکمل واقفیت اور ان جدید صنعتوں کا استعمال ہے جس کی بدولت اردو مرثیہ دیگر اصناف سخن کے مقابل آکھڑا ہوا۔ ”بگڑا شاعر مرثیہ گو“ کا قول یکسر مسترد ہو گیا۔ مرزا دبیر نے صنائع و بدائع برتنے کے ساتھ ساتھ مرثیے کی ترتیب و تنظیم اور فصاحت و بلاغت پر خصوصی توجہ دی۔ رسمی علوم یعنی صرف و نحو، معانی و بیان، عروضی، منطق، فلسفہ، تاریخ، طب اور دیگر علوم سے واقفیت کی بنا پر انھوں نے مرثیے کے خدو خال میں جدتیں پیدا کیں۔ گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ دبیر نے مضمون آفرینی اور باریک بینی کا جو انداز اختیار کیا تھا، یہ طرز خود ہی ایسا دشوار اور نازک تھا، پھر اسے ایسی خوبی کے ساتھ طے کرنا، انھی کے زور قلم کا کام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دبیر ہی اس طرز کو ایجاد کرنے والے، اس کو ابتدا سے کمال انتہا تک لے جانے والے ہیں اور انھی کے

صنعتِ غیر منقوط میں مرزا دبیر کا باکال مرثیہ

ساتھ اس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔^(۷) اس ضمن میں مراٹھی دبیر کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ دیگر نئی صنعتوں اور جدتوں کو برتنے کے ساتھ ساتھ مرزا دبیر نے کچھ مرثیوں میں صنعت غیر منقوط یا صنعت مہملہ کو بھی خوبی سے برتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نثر یا نظم میں طبیعت کے ذوق اور کہنہ مشقی سے نئی نئی صنعتیں بلا ارادہ واقع ہو جاتی ہیں، تاہم بعض کے لیے انتہائی کوشش اور دماغ سوزی درکار ہوتی ہے۔ انھی صنعتوں میں سے ایک صنعت ”غیر منقوط“ ہے۔ جس میں شعرا نے بکثرت طبع آزمائی کی،^(۸) تاہم اس صنعت کو کلام میں موزونیت کے ساتھ برتنا کہ الفاظ اپنے مطالب اور طرز اپنے سخن کے ساتھ مربوط و منسلک رہیں، ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ صنعت غیر منقوط میں لکھے گئے مرزا دبیر کے مرثیے کا جائزہ اس صنعت کے حوالے سے تحقیقی درپے وا کرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غیر منقوط کا تعلق کس مرکزی صنعت سے ہے، اس ضمن میں ڈاکٹر مرزا محمد زماں آزرہ یہ تحریر کرتے ہیں:

”لزوم مالا یلزم، یہ ایک ایسی صنعت ہے جس کی بے شمار شاخیں ہیں یعنی جو صنعت چاہے شاعر یا نثر لازم کرے جیسے مقید قافیہ لانا وغیرہ۔۔۔ غیر منقوط یہ صنعت بھی اسی لزوم مالا یلزم سے ہے۔ اسے صنعت مہملہ بھی کہتے ہیں یعنی کلام میں ایسے الفاظ لانا جن میں نقطہ نہ ہوں۔ مرزا دبیر کا ایک پورا مرثیہ اس صنعت میں ہے۔“^(۹)

صنعت غیر منقوط کے مخالف صنعت منقوط وہ صنعت ہے جس میں شاعر اپنے کلام میں تمام ایسے الفاظ استعمال کرے جن کے تمام حروف پر نقطے ہوں، مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صنعت غیر منقوط جسے صنعت عاطلہ یا صنعت مہملہ بھی کہا جاتا ہے، شعرا کے لیے ہمیشہ سے سگلاخ اور کٹھن رہی ہے، جبکہ اس کے برعکس صنعت منقوط میں کلام لکھنا نسبتاً آسان تصور کیا جاتا ہے۔ مرزا دبیر نے یوں تو کم و بیش تمام ہی صنعتوں کو اپنے کلام میں برتا، تاہم ان کا کثیر، بندوں پر مشتمل غیر منقوط مرثیہ قدرت کلام اور زبان پر عبور کا مصداق پیش کرتا نظر آتا ہے۔^(۱۰) ڈاکٹر اکبر حیدری نے ”انتخاب مراٹھی مرزا دبیر“ کے مقدمے میں یہ لکھا ہے:

”مہر علم سرور اکرم ہوا طالع، پورا مرثیہ غیر منقوط ہے اور مرزا دبیر کے کمالات کا مظہر۔ مرزا صاحب پہلے شاعر ہیں جنہوں نے صنعت مہملہ (غیر منقوط میں رباعی، سلام اور مرثیے کہے ہیں۔“^(۱۱)

عام طور پر شعرا غیر منقوط کلام لکھتے وقت جن امور کو پیش نظر رکھتے ہیں ان میں سب سے پہلے تو وہ حروف ہیں جن پر کوئی نقطہ نہ لگا ہو۔ پھر یہ نکتہ بھی پیش نظر رہتا ہے کہ نون غنہ، ی اور ع جب کسی لفظ کے آخر میں استعمال ہوں تو ان پر نقطے نہیں لگتے، تاہم اگر یہ حروف الفاظ کے وسط یا آغاز میں لکھے جائیں تو ان پر نقطے لگا دیئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین فن نے صنعت غیر منقوط کے لیے جو اصول وضع کیے ہیں ان میں نون غنہ، یائے معروف اور یائے مجہول کے استعمال کو ممنوع

صنعت غیر منقوط میں مرزا دبیر کا باکال مرثیہ

قرار دیتے ہوئے ۷ غیر منقوط حروف ہی کلام غیر منقوط کے لیے ملتزم کیے ہیں۔ ان ۷ حروف کی حدود میں رہ کر اپنے تخیل کو موزوں کلام کا تخلیقی پیکر پہنانا یقیناً شاعر کے لیے ایک مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اردو شاعری میں بہت ہی کم شعرا ملتے ہیں جو مستقل مزاجی کے ساتھ اس صنعت میں طبع آزمائی کرتے رہے۔ پہلے تخلیقی سفر کی منازل طے کرتے ہوئے ایسے مترادف الفاظ کا استعمال جن میں کوئی نقطہ نہ ہو پھر وہ ان منتخب الفاظ کا کامل مصداق بھی ہوں، گویا ایسی تشبیہات، استعارے اور علامات کی جستجو جو اصل لفظ کے بعینہ ہوں بعض اوقات دشوار ہی نہیں، ناممکن بھی نظر آتا ہے۔ پھر ان الفاظ کے بار بار استعمال سے تکرار لفظی کا پیدا ہونا اور قاری یا سامع کا بیزار ہو جانا بھی یقیناً شاعر کے پیش نظر رہتا ہے۔ ہر مصرعے اور بند میں ایک ہی طرح کے الفاظ بار بار برتے جائیں تو یقیناً قاری و سامع بوجھل ہونے لگتا ہے۔ پھر ایک اہم نکتہ صوتی آہنگ کا بھی ہے۔ اس ضمن میں مرثیوں کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ قدیم مرثیوں سے لے کر دور جدید تک صوتی آہنگ کے ذریعے مراثنیٰ کر بلا میں کہیں بیانیہ فضا کو ہموار کیا گیا ہے تو کہیں طبل جنگ کے ساتھ تلواروں کی گھن گرج بھی نمایاں ہوتی رہی ہے۔ مگر جب محدود الفاظ میں رہتے ہوئے آوازوں کے اتار چڑھاؤ اور کیفیات کو بیان کیا جائے تو یقیناً شاعر کے لیے یہاں بھی ایک کٹھن مرحلہ درپیش ہوتا ہے کہ کس طرح سے مرثیے میں صوتی لطف کا عنصر پیدا کیا جاسکے۔ اسی لیے بعض اوقات شعرا محض الفاظ کا چناؤ کرنے میں کلام کی موزونیت کو برقرار نہیں رکھ پاتے۔ اس ضمن میں جب ہم اردو مرثیے کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا دبیر اور میر انیس دونوں نے ہی صنعت غیر منقوط میں مرثیے لکھے۔ تاہم انیس چار بندوں سے آگے نہ بڑھ سکے جبکہ دبیر ۶۹ غیر منقوط مرثیہ ۶۹ بندوں پر مشتمل ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر تقی عابدی اپنی کتاب ”طالع مہر“ میں ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

”ایک دن میر انیس کے سامنے کسی مصاحب نے کہا کہ سنا ہے مرزا دبیر نے ایک پورا مرثیہ ہی صنعت غیر منقوط میں کہا ہے۔ میر انیس نے مسکرا کر کہا: یہ کیوں نہیں کہتے کہ مرزا صاحب نے مہمل مرثیہ کہا ہے۔ راقم نے اسی بنا پر کتاب کا نام ”کلام عاطلہ عطار د (مہملہ دبیر)“ رکھا ہے تاکہ دبیر کے اس عظیم تخلیقی شاہ کار کا سرورق بھی میر انیس کے الفاظ سے تزئین ہو جائے۔“ (۱۲)

صنعت غیر منقوط یا مہملہ میں کلام کہنا بہت دقت ترین امر ہے۔ سودا، میر، مصحفی، ناسخ، آتش، غالب، ذوق، امیر، داغ، اقبال اور جوش بھی اس سفر کی منازل طے نہ کر سکے، میر انیس نے بھی چار بندوں کے بعد یہ مضمون مہمل بند کر دیا۔ اردو مراثنیٰ میں دبیر کا ۶۹ بندوں پر مشتمل غیر منقوط مرثیہ مستند ترین اور طویل غیر منقوط مرثیہ ہے اس کے علاوہ کئی محققین نے ایک اور مرثیے کو بھی مرزا دبیر سے منسوب کیا ہے تاہم یہ آخر الذکر مرثیہ ”ہم طالع ہما مراو ہم رسا ہوا“ متنازع ہے۔ (۱۳) اگر اس مرثیے کو نظر انداز کر بھی دیا جائے، اس کے باوجود اول الذکر مرثیہ ”مہر علم سرور اکرم ہوا طالع“ کی حیثیت اردو مراثنیٰ میں مرزا دبیر کی فنی معراج کی حیثیت سے مستند ہے۔ علمدار کر بلا حضرت عباس کے حال کا یہ مرثیہ اردو مرثیے کے تمام لوازم کو سمیٹتے ہوئے صنعت

بے نقط کا منفرد آئینہ دار ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ مراثنیٰ کر بلا میں جن ہستیوں اور شخصیات کا ذکر ہوتا ہے ان میں سے بیشتر کے ناموں کے حروف میں نقطے لگے ہیں جیسے فاطمہ، حسن، حسین، عباس، قاسم، علی اکبر، زین العابدین (سجاد)، سکینہ، فاطمہ صغریٰ، فاطمہ کبریٰ، علی اصغر، شہر بانو، اُمّ لیلیٰ، اُمّ رباب، اُمّ فروہ، عون وغیرہم، سوائے محمد اور حر کے باقی تمام نام نقطوں کے حروف کے ساتھ ہیں۔ پھر دشمنانِ اسلام کے جو کردار سامنے آتے ہیں ان کے ناموں میں بھی نقطے ہیں جیسے یزید، ابن زیاد، خولی اور شمر وغیرہ۔ اس تناظر میں مرزا دبیر کا یہ مرثیہ ان شخصیات کے ناموں کو ان کے خاص اوصاف کے ذریعے علامتی رنگ سے واضح کرتا ہے، اس کی مثال اس مرثیے کے مطالعے سے یوں ملتی ہیں جہاں ابوالفضل العباس کی میدان کر بلا میں آمد کو یوں پیش کیا جا رہا ہے:

مہر علم سرور اکرم ہوا طالع ہر ماہ مراد دل عالم ہوا طالع
ہر گام علمدار کا ہدم ہوا طالع اور حاسد کم حوصلہ کا کم ہوا طالع
عکسِ علم و عالم معمور کا عالم
گہ ماہ کا، گہ مہر کا، گہ طور کا عالم^(۱۳)

ڈاکٹر سلیم اختر کی رائے دبیر کے اس غیر منقوط مرثیے کے مطالعے کے حوالے سے کچھ یوں ہے:

”اسلوبیاتی نقطہ نظر سے اس مرثیہ کا مطالعہ دبیر کی زبان دانی کے نئے قرینے روشن کر سکتا ہے۔ مندرجہ بالا بند میں صرف ”م“ کو ہی لے لیں۔ جس کی ۷ مرتبہ تکرار سے جنم لینے والا صوتی آہنگ قاری کے اعصاب پر عجب انداز سے اثر انداز ہوتا ہے۔“^(۱۵)

مرثیے کا ایک خاص وصف منظر کشی کے ساتھ ساتھ شہدائے کربلا کے فضائل و اوصاف اور کمالات کے جوہر کا اظہار

بھی ہے۔ دبیر حضرت عباس کی میدان کر بلا میں آمد کے بعد آپ کے اوصاف یوں بیان کرتے ہیں:

عالم ہوا مداح علمدار و علم کا وہ گل اسد اللہ کا وہ سرو ارم کا
محرم وہ حرم کا وہ گواہ اہل حرم کا رہر و وہ عدم کا وہ عصا راہ عدم کا
مصدر وہ علمدار کرم اور عطا کا
مطلع وہ علم طالع مسعود و ہما کا^(۱۶)

سراپا نگاری ہو یا مناظر جنگ، دبیر کا قلم صنعت مہملہ میں بھی اتنا ہی رواں نظر آتا ہے جتنا دفتر ماتم کے کسی بھی

مرثیے میں بہاؤ اور تسلسل موجود ہے۔ محاسنِ شعری کے ذیل میں یہ بند ملاحظہ ہو:

رہوار ہما، طالع اسد، حملہ ہوا دم آمد کا وہ کردار کہ ہو عمرِ عدو کم
طاؤس ادا، رعد صدا، صور کا ہدم ہم طورِ ملک، سدرۃ اعلیٰ کا وہ محرم

دُم وہ کہ ملا کاکل ہر حور کا عالم
سُم وہ کہ ہلا اور ہوا طور کا عالم^(۱۷)

یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ لفظی قیود کے باوجود، مرزا دبیر نے مرثیہ غیر منقوط میں مجموعی تاثر کو آغاز تا آخر قائم رکھا ہے۔ یہ بند بینہ پیرائے میں لکھا گیا ہے:

دلدار! سوا درد ہوا دل کو دوا دو دلدار! علم دار کا رُو ہم کو دکھا دو
دلدار! علم دار کا ہو وصل دعا دو دلدار! علم دارِ دلاور کو صدا دو
عمو! ادھر آؤ! ادھر آؤ! ادھر آؤ!
مردہ ہوا سردار علم دار، گھر آؤ^(۱۸)

یہاں دلدار سے مراد حضرت علی اکبر ہیں اور امام حسین انتہائی صدمے و بے قراری سے اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر بھائی عباس کو ڈھونڈنے کے لیے کہتے ہیں۔ اس ضمن میں جس اضطراب اور غم انگیزی کو ادھر آؤ، ادھر آؤ، ادھر آؤ کی تکرار سے دبیر نے بیان کیا ہے وہ جذبات کا عمدہ اظہار، امام حسینؑ کی فطری کیفیت کا عکاس اور بین کا ترجمانی نظر آتا ہے۔ حزن اور ہینیہ انداز کو لیے شہادت حضرت عباس پر امام حسینؑ کے جذبات کی منظر کشی میں درج ذیل اشعار غیر منقوط ہونے کے باوجود اپنی اثر پذیری اور رقت انگیزی میں بھرپور نظر آنے کے ساتھ ساتھ دبیر کی قادر الکلامی کا جو ہر پیش کرتے نظر آتے ہیں:

مردہ ہوا الحال امام دوسرا آہ! سر آل محمدؐ کا سر عام کھلا، آہ!
وردِ اسد اللہ ہوا وا ولدا، آہ! کاسہ سرِ کرار کا دو حصہ ہوا! آہ!
واللہ! علمدارِ دل آگاہ کا صدمہ
ہم کو ہوا مرگِ اسد اللہ کا صدمہ^(۱۹)

کس دم سرِ ساحل ہوا مولا کا ورودِ آہ! دمِ ہمدِ مرگ اور علمدار سرِ راہ
دوڑا سوئے ہمدِ اسد اللہ کا وہ ماہ او آہ! لہو اس کا سرِ رو ملا واللہ
صدمہ ہوا اس طرح کا دل کو ہلا دل
اللہ کہا اور گرا سرورِ عادل^(۲۰)

مرثیہ غیر منقوط کے ذیل میں یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ دبیر نے کم و بیش تمام ہی مرثیوں میں اپنا تخلص دبیر ہی استعمال کیا ہے۔ تاہم جب انھوں نے صنعتِ غیر منقوط میں کلام لکھا تو اس میں اپنا تخلص ”عطارد“ رکھا۔ جو دبیرِ فلک کے مترادف ہے اس مرثیے میں انھوں نے دو مختلف مصرعوں میں اپنا تخلص کچھ یوں استعمال کیا ہے:

صنعتِ غیر منقوط میں مرزا دبیر کا بالِ مرثیہ

اُو کَلک عطار دِ سوئے مولا ہو کمک کر^(۲۱)

گہ سہم عطار دِ کا ہوا مرگِ عدو کو
گہ ہالہ صمصام ہوا ہارِ عدو کو^(۲۲)

آخر الذکر شعر میں تکرارِ لفظی سے ایک آہنگ پیدا ہو رہا ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ صنعتِ مہملہ میں مستقل مرثیہ لکھنا خود ایک دشوار ترین امر ہے پھر اسے دوسری صنعتوں کی تخلیق سے مزین کرنا بلاشبہ دبیر جیسے زود گو اور قادر الکلام شاعر کا ہی وصف ہے۔ محاسنِ شعری اور صوتیات ہوں یا استعاراتی نظام اور لفظیات کی بندش یا پھر صنعتوں کا اظہار مرثیے کے آغاز سے اختتام تک ہر بند دوسرے سے مختلف جدید اور منفرد نظر آتا ہے۔^(۲۳) یہاں اختصار کے ساتھ چند مصرعوں کے ذریعے تشبیہات کی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں،

رہوار کو ہر لطمہ ہوا کا ہوا کوڑا
اڑ کر ہوا طاؤسِ علمدار کا گھوڑا^(۲۴)

عالم کا رہا کام روا ماہِ محرم
سرور کو مہِ صوم ہوا ماہِ محرم^(۲۵)

ہر دم دم صمصام دو دم رعد سا کڑکا
اس طرح گرا سر کہ کھلا سلسلہ دھڑکا^(۲۶)

ہر گرم رو کور کا دل آگ سا سلگا
موسمِ سرِ صحرا ہوا گل، لالہ و گل کا^(۲۷)

استعارات کے ذیل میں محدود الفاظ کے ذریعے بھی مرزا دبیر کچھ یوں رقم کرتے ہیں کہ استعاروں کے علاوہ مصرعے جدید لفظی تراکیب کا عنصر بھی پیش کرتے محسوس ہوتے:

رہوارِ ہما، طالعِ اسد، حملہ ہوا دم^(۲۸)
وہ اصلِ طلسمِ حکما، سحرِ ارسطو^(۲۹)

ڈاکٹر مسیح الزماں دبیر کے مرثیہ منقودات کے حوالے سے یہ تحریر کرتے ہیں:

”دبیر کی طبیعت چونکہ جدت پسند واقع ہوئی ہے اس لیے نئی بات پیدا کرنے کا شوق
نئے واقعے کے نظم کرنے کا جذبہ ان کے احساس تناسب اور احساس فن پر غالب
آ جاتا ہے اور جو روایت یا معجزہ انھیں سوجھ جائے یا جو تشبیہ ان کے ذہن میں آجائے
وہ داد لینے کے لیے، اپنی انفرادیت نمایاں کرنے کے لیے، اپنے خیال کو سب سے
الگ اور نیا ثابت کرنے کے لیے نظم ضرور کرتے ہیں“ (۳۰)

اس تناظر میں یہ مرثیہ بے نقط نہ صرف خود ایک منفرد صنعت میں لکھا ہے بلکہ اس میں جو صنعتیں برتی گئی ہیں وہ
لفظی قیود کے باوجود جدت طرازی کی عمدہ مثال کہی جاسکتی ہیں۔ آغاز کے چند بندوں میں الفاظ کی تکرار کے بعد غالباً دبیر کو
اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ تکرار لفظی قاری کا ذہن بوجھل نہ کر دے، لہذا انھوں نے بعد کے تمام بندوں نے متنوع الفاظ کے ساتھ
ساتھ مختلف صنعتوں کا بھی التزام رکھا ہے۔ صنعت ذوالسائین کا مظاہرہ کچھ یوں پیش کیا گیا ہے:

ہر گام دعا کو ملک و حور سر راہ
اللہ معک صلّ علّاہ سلّمک اللہ (۳۱)

اس شعر کا پہلا مصرع اردو جبکہ آخری مصرع عربی ہے۔ جبکہ ذیل میں درج اس شعر کے آخری مصرعے میں بھی

عربی الفاظ نمایاں ہیں:

وہ لام دو اسم اور وہ کاکل دو مُسَمّی
اسرار لہ الملک لہ الحمد ہوا وا (۳۲)

صنعت تضاد اور صنعت مقابل کو ایک ہی بند میں کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ

وہ گرد، وہ سرمہ، وہ ملال اور وہ آرام وہ دیر، وہ مکہ، وہ حرام اور وہ احرام
وہ کور، وہ آگاہ، وہ وسواس، وہ الہام وہ وعدہ، وہ حاصل، وہ سوال اور وہ اکرام
وہ سہو، وہ ادراک، وہ مملوک، وہ مالک
وہ وہم، وہ علم اور وہ گمراہ، وہ سالک (۳۳)

صنعت مراعات النظر کی مثال درج ذیل شعر میں ملاحظہ ہو:

صمصام کا محصول، سرِ معرکہ سرِ دو!
سرِ دو دمِ صمصام کو اور اسلحہ دھر دو! (۳۴)

الفاظ کی بندش، جدید تراکیب، کے ساتھ ساتھ روزمرہ اور محاورہ کو بھی دبیر نے جس طرح مرثیے میں باندھا ہے وہ

دبیر کا ہی خاصہ ہے۔ چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

صنعتِ غیر منقوط میں مرزا دبیر کا بال مرثیہ

لو حمد حمد کرو! حمد کرو! سرور عالم
مسرور ہو، مسرور ہو، مسرور ہو اس دم (۳۵)

ہر گام صدا، آہ! مددگار کدھر ہو؟
آگہ کرو اللہ! علمدار کدھر ہو؟ (۳۶)

اولاد محمدؐ کو رہا کس کا سہارا
والدار! دلاسا دو! ہوا کام ہمارا
مڑ کر سوئے گورِ اسد اللہ دعا کر،
دادا اسد اللہ مہم سر کرو آکر (۳۷)

دبیرؒ نے تلمیحات کو اشعار میں یوں موزوں کیا ہے کہ گویا اس تاریخی کردار اور اس سے منسوب واقعے کی تمام

جزئیات اک اک مصرعے میں سمٹ آئی ہیں۔ مثال کے طور پر:

داؤدؑ کا ہدم دمِ صمصام دلاور (۳۸)
وہ مار ہو، طاؤس ہو، موئی کا عصا ہو (۳۹)

وہ اصلِ طلسم حکما، سحر ارسطو (۴۰)

ہم طورِ ملک، سدرہٴ اعلیٰ کا وہ محرم (۴۱)

صنعتِ غیر منقوط میں لکھے گئے مرثیے ”مہر علم سرور اکرم ہوا طالع“ کی وقیع حیثیت کا اندازہ ڈاکٹر ذاکر حسین

فاروقی کی کتاب ”دبستان دبیرؒ“ میں درج اس واقعے سے ہوتا ہے جو انھوں نے دبیرؒ کے ایک شاگرد میر محمد ظہیر کے حوالے سے

نقل کیا ہے۔ میر محمد رضا ظہیر مرزا دبیرؒ کے بچپن کے دوست اور شاگرد تھے۔ انھوں نے مرزا صاحب کے صنعتِ غیر منقوط میں

کہے گئے مرثیے اور مجلس میں پیش خوانی کے حوالے سے ایک واقعہ اپنی کتاب تنقید آبِ حیات میں بیان کیا ہے۔ (۴۲) ڈاکٹر

ذاکر حسین فاروقی لکھتے ہیں:

”ظہیر کا بیان ہے کہ اس مجلس میں مرزا صاحب نے اپنا بے نقط مرثیہ ”مہر علم سرور اکرم

ہوا طالع“ پڑھا تھا جسے سننے کے بعد خواجہ آتش نے فرمایا تھا کہ مرزا صاحب، یہ صنعت

صنعت غیر منقوط میں مرزا دبیر کا باکمال مرثیہ

اس بے تکلفی کے ساتھ آپ کا حصہ ہے، یا تفسیر فیضی کی سنی تھی یا آج یہ مرثیہ سنا۔^(۴۳)
خواجہ حیدر علی آتش کے اس بیان سے ”مہر علم سرور اکرم ہوا طالع“ کی ادبی حیثیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ پھر پورے مرثیے کا اول تا آخر مطالعہ اس نکتے کو ظاہر کرتا ہے کہ حدودِ لفظی کے باوجود اس مرثیے میں دبیر کا پر شکوہ اسلوب بیان، لہجے کی جلالت اور زبان کی نچ اسی طرح بھرپور نظر آتی ہے جو ان کے دیگر مرثیوں کا خاصہ ہے۔

حواشی

- (۱) محمد حسین آزاد، آبِ حیات، (لاہور: نوکلشور پریس، ۱۹۰۷ء)، ص ۵۱۵
- (۲) رجب علی بیگ سرور، فسانہ عجائب، (لکھنؤ: مطبع نوکلشور، ۱۸۸۲ء)، ص ۵
- (۳) سید افضل حسین ثابت رضوی لکھنوی، حیات دبیر، (لاہور: سیوک اسٹیم پریس، ۱۹۱۲ء)، ص ۱۵۴
- (۴) ڈاکٹر سید صفدر حسین، نادرات دبیر، (دہلی: چمن بکڈ پوٹچ اول، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۲
- (۵) گارساں دتاسی، مقالات گارساں دتاسی، (مترجم) ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، (دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۴۳ء، ص ۲۰۱
- (۶) مولوی صفدر حسین، شمس الضحیٰ، (دہلی: مطبع اثنا عشری، ۱۲۹۸ھ)، ص ۱۰۶
- (۷) سید نظیر الحسن فوق رضوی، ---، (المیزان، علی گڑھ: مطبع فیض عام، ۱۹۱۳ء)، ص ۱۱
- (۸) مہذب لکھنوی، ماہِ کامل، (لکھنؤ: سرفراز قومی پریس، ۱۹۶۱ء)، ص ۱-۲
- (۹) ڈاکٹر مرزا محمد زماں آزرودہ، مرزا اسلامت علی دبیر: حیات اور کارنامے، (سری نگر: مرزا پبلیکیشنز، ۱۹۸۱ء)، ص ۲۲۶-۲۲۷
- (۱۰) ضیاء الدین اصلاحی، مضمون مرزا دبیر کی مرثیہ گوئی کے بعض نمایاں پہلو، مشمولہ انیس اور دبیر دو سو سالہ سمینار (مرتبہ) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، (ممبئی: سابتیہ اکادمی، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۷۳
- (۱۱) ڈاکٹر اکبر حیدری (مرتب)، انتخاب مرثیہ دبیر، (لکھنؤ: اتر پردیش اکادمی، ۱۹۷۹ء)، ص ۳۱
- (۱۲) ڈاکٹر سید تقی عابدی، طالعِ مہر، (لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۴ء)، ص ۹۰
- (۱۳) ایضاً، ص ۹۴
- (۱۴) ایضاً، ص ۱۲۱
- (۱۵) ڈاکٹر سلیم اختر، مضمون مرزا اسلامت علی دبیر، تیغ سخن یا قُفُل ابجد، مشمولہ رثائی ادب، (کراچی: محمدی ایجوکیشن اینڈ پبلی کیشن کراچی، ۲۰۱۳ء)، ص ۹۱
- (۱۶) ڈاکٹر سید تقی عابدی، طالعِ مہر، ص ۱۲۱
- (۱۷) ایضاً، ص ۱۲۴
- (۱۸) ایضاً، ص ۱۳۷
- (۱۹) ایضاً، ص ۱۵۲

- (۲۰) ایضاً، ص ۱۵۴
- (۲۱) ایضاً، ص ۱۲۳
- (۲۲) ایضاً، ص ۱۲۴
- (۲۳) ایس اے صدیقی، مرزا دبیر کی مرثیہ نگاری، (دیوبند: راحت پریس، ۱۹۸۰ء)، ص ۲۰۱
- (۲۴) ڈاکٹر تقی عابدی، طالع مسہر، ص ۱۲۴
- (۲۵) ایضاً، ص ۱۳۸
- (۲۶) ایضاً، ص ۱۲۴
- (۲۷) ایضاً، ص ۱۴۱
- (۲۸) ایضاً، ص ۱۳۱
- (۲۹) ایضاً، ص ۱۳۲
- (۳۰) ڈاکٹر مسیح الزماں، اردو مرثیے کا ارتقاء، (نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۲ء)، ص ۳۶۷
- (۳۱) ڈاکٹر سید تقی عابدی، طالع مسہر، ص ۱۲۲
- (۳۲) ایضاً، ص ۱۲۷
- (۳۳) ایضاً، ص ۱۳۷
- (۳۴) ایضاً، ص ۱۴۳
- (۳۵) ایضاً، ص ۱۵۰
- (۳۶) ایضاً، ص ۱۵۳
- (۳۷) ایضاً، ص ۱۴۸
- (۳۸) ایضاً، ص ۱۴۱
- (۳۹) ایضاً، ص ۱۳۰
- (۴۰) ایضاً، ص ۱۳۲
- (۴۱) ایضاً، ص ۱۳۱
- (۴۲) میر محمد رضا ظہیر، تنقید آب حیات، (لکھنؤ: اردو پریس، گولہ گنج، لکھنؤ، ۱۳۰۳ھ)، ص ۶
- (۴۳) ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی، دبستان دبیر، (لکھنؤ: نسیم بکڈ پو، ۱۹۶۶ء)، ص ۴۴۴

مآخذ:

- (۱) آزاد، محمد حسین، آب حیات، لاہور: نولکشور پریس، ۱۹۰۷ء
- (۲) آزرہ، مرزا محمد زماں، ڈاکٹر، مرزا اسلامت علی دبیر حیات اور کارنامے، سری نگر: مرزا پبلیکیشنز، ۱۹۸۱ء
- (۳) حیدری، اکبر، ڈاکٹر، (مرتب) انتخاب مراثی دبیر، لکھنؤ: اتر پردیش اکادمی، ۱۹۷۹ء
- (۴) دتاسی، گارساں، مقالات گارساں دتاسی، ڈاکٹر اختر حسن رائے پوری (مترجم)، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۳ء

صنعتِ غیر منقوط میں مرزا دبیر کا باکمال مرثیہ

- (۵) سرور، رجب علی بیگ، فسانۃ عجائب، لکھنؤ: مطبع نولکشور، ۱۸۸۲ء
- (۶) صدیقی، ایس اے، مرزا دبیر کی مرثیہ نگاری، دیوبند: راحت پریس، ۱۹۸۰ء
- (۷) صفدر حسین، سید، ڈاکٹر، نادراتِ دبیر، دہلی: چمن بکڈپو، ۱۹۷۷ء
- (۸) صفدر حسین، مولوی، شمس الضحیٰ، دہلی: مطبع اثنا عشری، ۱۲۹۸ھ
- (۹) ظہیر، میر محمد رضا، تنقیدِ آبِ حیات، لکھنؤ: اردو پریس گولہ گنج، ۱۳۰۳ھ
- (۱۰) عابدی، سید تقی، ڈاکٹر، طالع مسہر، لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۴ء
- (۱۱) فاروقی، ڈاکٹر حسین، ڈاکٹر، دبستانِ دبیر، لکھنؤ: نسیم بکڈپو، ۱۹۶۶ء
- (۱۲) فوق، سید نظیر الحسن رضوی، المیزان، علی گڑھ: مطبع فیض عام، ۱۹۱۳ء
- (۱۳) لکھنوی، سید فضل حسین ثابت، حیاتِ دبیر، لاہور: سیوک اسٹیم پریس، ۱۹۱۲ء
- (۱۴) لکھنوی، مہذب، ماہِ کامل، لکھنؤ: سرفراز قومی پریس، ۱۹۶۱ء
- (۱۵) مسیح الزماں، ڈاکٹر، اردو مرثیے کا ارتقاء، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۰۲ء
- (۱۶) نارنگ، گوپی چند، ڈاکٹر (مرتب)، انیس و دبیر دو سو سالہ سیمینار، ممبئی: سہتیہ اکادمی، ۲۰۰۵ء

جرائد

- ۱۔ رنائی ادب، کراچی: محمدی ایجوکیشن اینڈ پبلی کیشن، ۲۰۱۳ء

